مستشرقینِ یورپ اور اسلام میں مصوّری

(از سید جمال حسن صاحب شیرازی۔ ایم۔ اے۔ فاضل)

اہلِ یورپ نے اٹھارویں صدی عیسوی سے اسلام کا مطالعہ شروع کیا۔ اس سے پہلے یا تو وہ کلیتاً اسلام سے ناواقف تھے یا اگر کچھ واقفیت تھی بھی تو اس کی حقیقت قصوں یا افسانوں سے زیادہ نہ تھی۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں یورپ میں دورِ عقلیت (Age of rationalism) شروع ہوا تو یورپین اقوام کی سماجی اور معاشرتی زندگی میں ایک زبردست انقلاب رونما ہوا۔ ان کے نظریات بدلے۔ عقائد بدلے۔ اوہام پرستی کا قلع قمع ہوا۔ صنعتی اور اقتصادی ترقی نے دنیا کی دوسری قوموں سے ربط و ارتباط کے زیادہ سے زیادہ سلسلے قائم کردیئے۔ خصوصاً مشرقی ممالک سے سروکار بڑھنے کی وجہ سے ان میں مشرقیوں کی معاشرت۔ تہذیب و تمدن اور ان کے مذہب کے مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی وہ اسلام سے واقف تھے لیکن اب انھیں اس مذہب کو کسی قدر قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ انھوں نے اسلام کے کلچر اس کے اصول و قوانین اور اس کی رسومات و روایات کا مطالعہ کیا اور اس پر رائے زنی شروع کی۔ بعض حقیقت بیں اور سلیم الطبع افراد نے اسلام کی عظمت کا اعتراف کیا اور اس کے مختلف موضوعات پر کتابیں بھی لکھیں۔ لیکن ایک طرف عقلیت کے بھوت نے اور دوسری طرف ان کی دیرینہ عصبیت نے انھیں اسلام کے اصولوں کی غلط تعبیرات کا شکار بنا دیا۔ عقلیت کی رو میں انھوں نے ہر مسئلہ کو چاہے وہ سیاسی ہو یا معاشرتی، مذہبی ہو یا اخلاقی۔ اقتصادی ہو یا معاشی اپنے اسی مخصوص زاویۂ نگاہ سے دیکھنا اور جانچنا شروع کیا۔ پھر کیا تھا عقلیت کے ان ماتوں نے اس سلسلہ میں آسمان و زمین کے ایسے ایسے قلابے ملائے جنھیں دیکھکر

عقلِ انسانی دنگ رہ جائے۔ الغرض اسلامی مسائل اور ان کی تعبیر کی اس کھینچ تان میں انھوں نے عقلیت کے نام پر عقل و خرد کا خون کیا اور اپنی علمی لیاقت اور ذہانت کے باوجود ایسی ایسی باتیں لکھ گئے جو نہ صرف عقل و فہم اور حقیقت و اصلیت سے بعید ہیں بلکہ انتہائی درجہ مضحکہ خیز اور تمسخر انگیز ہیں۔

اسلامی تمدن کے مطالعہ میں انھوں نے اسلامی آرٹ کی بھی چھان بین کی اور یہ دیکھکر کہ مشرق کے تمام مذاہب مثلاً بدھ مت۔ ہندو مت۔ دین زرتشت وغیرہ میں مصوّری[1] کو نہ صرف دینی توثیق و جواز حاصل ہے بلکہ یہ تمام مذاہب اپنی تبلیغ و ترویج کے لئے مصوری کو استعمال کرتے ہیں لیکن اسلام ہی ایک ایسا مذہب تھا جس میں انھیں مصوری ناجائز نظر آئی۔ اس کے باوجود انھوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے پاس اس فن کا ایک بہت بڑا دلکش ذخیرہ موجود ہے جو دنیا کے اور ممالک کی مصوری سے کسی درجہ میں کم نہیں خصوصاً دورِ مغلیہ اور ایرانیوں کی مصوری تو دلکشی اور دلآویزی میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ پس مسلمانوں کے اس فنِ مصوری کو انھوں نے اپنا خاص موضوع بنایا اور بہت سی کتابیں لکھیں اور اپنے مخصوص نقطۂ نگاہ کے مطابق اسلام میں فنِ مصوری کا جواز ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں استدلال کا حربہ بھی ایسا انتخاب کیا جس سے کم معلومات رکھنے والے سیدھے سادے مسلمان ان کے اس مغالطہ میں بآسانی آسکیں۔

اس سلسلہ میں انھوں نے سب سے پہلے اسلام کی وسعتِ نظر پر زور دیا اور ایک طرف یہ کہا کہ اسلام ایک معقول پسند مذہب ہے جس میں کوتاہ بینی اور تنگ نظری نہیں بلکہ ہمہ گیری اور آفاقیت ہے، فطرت پسندی ہے اور دوسری طرف فنونِ لطیفہ خصوصاً فنِ مصوری انسانی فطرت کے وجدانی اشتغال کا نتیجہ ہے۔ تصویرکشی اسی جذبہ کی تحریک کی اطاعت کا نام ہے۔ بھلا اسلام جیسا وسیع النظر اور معقول پسند

---

[1] مصوری (Painting) ہم اس لفظ سے ذی روح کی شکل یا شبیہ مراد لیں گے کیوں کہ اسلام میں صرف ذی روح کی تصویرکشی ناجائز ہے۔ غیر ذی روح مثلاً پھول پتی باغ و چمن جنگل و صحرا اور دیگر قدرتی مناظر کی تصویرکشی ممنوع نہیں۔

مذہب کیوں اس کو ناجائز قرار دیسکتا ہے حالانکہ جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں اسلام ہرگز فن مصوری کا سرے سے مخالف نہیں بلکہ وہ تو صرف ذی روح کی تصویر کشی کو حرام قرار دیتا ہے تاکہ بت پرستی کی لعنت کا سدباب ہوجائے۔"

لیکن چونکہ انھوں نے خود اپنے مذہب میں انسانی تصویر کشی کو جائز کر لیا تھا اس لئے اسلام میں بھی اس کا جواز معقول خیال کیا اور اس کے ثابت کرنے کی بہم کوشش کی چنانچہ ہمارا وہ انگریزی داں طبقہ جو اپنے مذہب سے مکمل طور پر واقف نہیں تھا اور جس کی آنکھیں مغربی تہذیب وتمدن کی "پچیکاری اور ملمع سازی" سے خیرہ ہو چکی تھیں ان کے ان مغالطہ آمیز دلائل سے گمراہ ہوگیا اس لئے اب ہمارا فرض ہے کہ اس فتنہ کو حتی الامکان روکیں اور اس گمراہ شدہ جماعت کو صحیح معلومات بہم پہنچائیں مستشرقین یورپ میں سے چند ان بلند پایہ نقادانِ فن نے جنھوں نے "اسلام اور مصوری" کے موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے۔ مسٹر ٹی۔ ڈبلو۔ آرنلڈ خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ یہ وہی مسٹر آرنلڈ ہیں جو پریچنگ آف اسلام (Preaching of Islam) لکھکر مسلمانوں کے علمی اور مذہبی حلقوں میں کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ "اسلام میں مصوری" (Painting in Islam) ان کی معرکہ آرا تصنیف خیال کی جاتی ہے۔ اس مضمون میں ہم زیادہ تر ان کی اسی کتاب کے اعتراضات سے بحث کریں گے۔

احادیثِ نبوی اور مصوری

مسٹر آرنلڈ نے احادیث کے سلسلہ میں ایک عجیب وغریب روش اختیار کی ہے۔ انھوں نے ان عام احادیث کا جو مصور اور مصوری کی مخالفت میں ہیں حوالہ دینے اور کسی حد تک ان کی سند ماننے کے باوجود یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ رسول اکرم صلعم کو مصوری سے نفرت نہیں تھی۔ اور قرآنِ حکیم بھی مصوری کا مخالف نہیں۔ حالانکہ مسٹر آرنلڈ نے جابجا یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ مجموعی اعتبار سے عامۃ المسلمین شروع سے لیکر آج تک اس کی مخالفت کرتے رہتے ہیں اور خصوصاً راسخ الاعتقاد طبقہ نے اس پر ہمیشہ لعنت بھیجی۔ لیکن بایں ہمہ بعض اوقات وہ ایک حدیث پیش کرنے کے بعد اس پر کچھ

اس انداز سے تبصرہ کرتے ہیں جس سے اس میں تاویل کا رنگ چڑھ جاتا ہے بعض اوقات تو انھوں نے احادیث صحیحہ کو جھٹلانے کی کوشش بھی ہے چنانچہ انھوں نے (Painting in Islam.) میں مندرجہ ذیل احادیث کا حوالہ دیا ہے جن پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے۔

(۱) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے "قیامت کے دن سب سے زیادہ شدید عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا"[۱]

(۲) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے "جو شخص تصویر بنائے گا اس کو عذاب ہوگا اور اس کو تکلیف دی جائے گی کہ اس تصویر میں جان بھی ڈال۔ مگر وہ اس میں جان نہیں ڈال سکیگا۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ان تصویروں سے تھی جو ذی ارواح کی ہوں۔[۲]

(۳) حضرت ابو طلحہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی کتا یا تصویر ہو[۳]

(۴) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے اور میں نے اپنے یک طاق یا الماری کو ایک پردہ سے ڈھانک رکھا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ اور فرمایا "اے عائشہ! سب سے زیادہ سخت عذاب میں اللہ کے نزدیک قیامت کے دن وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق کی نقل اتارتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے ہم نے اس کو کاٹ کر ایک یا دو گدے بنا لئے۔"

یہ روایت مختلف طریقوں سے مختلف الفاظ کے ساتھ آئی ہے[۴]

---

[۱] بخاری و مسلم۔ [۲] بخاری کتاب المغازی۔ [۳] بخاری و مسلم وغیرہ۔ [۴] مسلم۔

ان احادیث نبوی کو پیش کرنے کے بعد مسٹر آرنلڈ فرماتے ہیں:

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ اقوال جو بعد کے مصنفوں نے رسول اللہ کی طرف منسوب کئے ہیں تصویر و شبیہ کے خلاف جس قدر شدید مخالفت کا اظہار کرتے ہیں اتنی مخالفت خود پیغمبر اسلام کے دل میں نہیں تھی کیونکہ اگر وہ اپنی رائے میں تصویر کے اس قدر سخت مخالف ہوتے جیسے کہ بعد میں ان کے پیرو ہو گئے تو وہ ہرگز اپنی آخری علالت میں بستر مرگ پر تصویر کے موضوع پر گفتگو نہ کرتے۔ رسول اللہ کے بستر کے گرد اگرد ازواجِ مطہرات موجود اور حضرت ام حبیبہؓ، ام سلمہؓ جو حبش گئی تھیں اور وہاں کے کلیساؤں کی تصاویر کی خوبصورتی کی بیحد متاثر ہوئی تھیں تصویر کے موضوع پر گفتگو کر رہی ہیں۔ آنحضرتؐ اس میں حصہ لیتے ہیں اور اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہاں حبشیوں میں یہ رواج ہے کہ جب کبھی ان کا کوئی مقدس آدمی مرجاتا ہے تو وہ اس کی قبر پر ایک عبادت خانہ تعمیر کرتے ہیں اور اس کی دیواروں پر اس قسم کی رنگین تصویریں کھینچی جاتی ہیں۔ اور اگرچہ وہ احتیاطاً یہ بھی کہتے ہیں (یا خود راوی نے یہ فقرے ان کی طرف منسوب کر دیئے ہیں) کہ ایسے لوگوں پر خدا کی لعنت ہے لیکن پھر بھی ہم بعد کے قرنوں کے ایک مقدس مسلمان سے بستر مرگ پر ایسی گفتگو میں حصہ لینے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"[1]

اوپر کے واقعہ اور استدلال سے مسٹر آرنلڈ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بعد کے قرنوں کے مسلمان تصویر کی جتنی مخالفت کرتے ہیں اتنی مخالفت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نہیں تھی کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ آخری وقت میں بستر علالت پر اس موضوع پر گفتگو کرنا ہرگز پسند نہ فرماتے۔ مسٹر آرنلڈ جیسے بلند پایہ مصنف کے لئے اس قسم کی غیر منطقی اور پوچ دلیل پیش کرنا شایانِ شان نہیں۔ آیئے اب

---

[1] پینٹنگ آف اسلام ص ۷ (Painting of Islam page 7)

ہم ان کی مذکورالصدر دلیل کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ یہ کہاں تک قرینِ عقل ہے، یہ ایک عام بات ہے کہ جب انسان اس دارِفانی کو وداع کہنے لگتا ہے تو اپنے اہل وعیال، اعزا واقربا کو اپنی دنیاوی زندگی کے تجربات کی بنا پر نصیحتیں کرتا ہے۔ اس نصیحت کے دو پہلو ہوا کرتے ہیں ایک اثباتی (Positive) اور دوسرا منفی (Negative) یعنی ایک یہ کہ فلاں فلاں باتیں اچھی ہیں انھیں کرنا چاہئے کیونکہ ان میں منفعت ہے اور دوسرے یہ کہ فلاں فلاں باتیں بری ہیں ان سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ ان میں نقصان ہے۔ نفسیات کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ ایسے موقعوں پر اکثر وبیشتر نصیحتیں منفی ہوتی ہیں۔ ساتھ ہی ہمیں یہ بھی پیشِ نظر رکھنا چاہئے کہ گفتگو کرنے والا یا نصیحت کرنے والا کون ہے اگر وہ کوئی مقدس شخص ہے تو اس کی گفتگو اور نصیحت میں روحانیت اور خشیتِ الٰہی کا پہلو نمایاں ہوگا۔ پھر ایسی برگزیدہ ہستی کی نسبت آپ کیا فرمائیں گے جس کی زندگی کا مشن نہیں بلکہ جس کی تخلیق ہی اس لئے کی گئی ہو کہ وہ نوعِ انسانی کو برائیوں سے روکے اور بھلائیوں کی طرف دعوت دے۔ جو اس دنیا میں صرف اس لئے آیا ہو کہ بشرِ ارضی کو سرکشی وعدوان فسق وفجور اور شرک وکفر کی لعنتوں سے آزاد کرائے اور ایک بار پھر بندہ کو معبود سے ملادے۔

اور اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم مسٹر آرنلڈ کا وہ اعتراض صحیح بھی مان لیں کہ حدیث کا وہ ٹکڑا جس میں مصور پر لعنت بھیجی گئی راوی نے اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے تو کیا کوئی عقلِ سلیم رکھنے والا ایک رسولِ خدا سے یہ توقع رکھ سکتا ہے کہ وہ آخری وقت میں اس قسم کی خالص دنیاوی لہو ولعب پر محض محظوظ ہونے کے لئے گفتگو کریگا کیا اس کا کیرکٹر اور اس کی ساری روحانی زندگی اسی بات کی متقاضی ہے کہ وہ اس جہانِ فانی کو وداع کہتے وقت دلچسپی اور تلذذ اور حظِ نفس کے لئے فنونِ لطیفہ پر گفتگو کرے۔ ع

برایں عقل و دانش بباید گریست

اس کے بعد مسٹر آرنلڈ نے حضور رسالتمآبؐ کی تصویر سے دلچسپی رکھنے کے سلسلہ میں ایک اور واقعہ کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ

"بعد کے قرنوں کے مسلمانوں کی تصویر دشمنی کے سلسلہ میں سب سے عجیب وغریب اور قابلِ ذکر واقعہ یہ ہے کہ جب فتح مکہ کے بعد پیغمبر اسلام مکہ میں داخل ہوئے تو وہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور حکم دیا کہ تمام مجسموں اور تصویروں کو برباد کر دیا جائے۔ لیکن خود ایک تصویر پر جو ایک ستون پر بنی ہوئی تھی ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ اس کو مت تباہ کرنا یہ تصویر حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی تھی۔" ۵۱

اس واقعہ کو مسٹر ارنلڈ نے ارزقی کی تاریخ سے لیا ہے اور ساتھ ساتھ روایت کی صداقت اور سند کی اہمیت بڑھانے کے لئے اس میں یہ بھی اضافہ کر دیا ہے کہ یہ (ارزقی) وہی شخص ہے جس نے سب سے پہلے مکہ کی تاریخ لکھی۔ اگرچہ احادیث صحیحہ کے سامنے جو کسی ایک موضوع پر متواتر ہوں ہم کسی مورخ یا واقعہ نگار کی سند کو کسی حال میں درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے لیکن تھوڑی دیر کے لئے اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ارزقی جو کچھ کہتا ہے حرف حرف صحیح ہے تو کیا تصاویر و مجسموں کو برباد کرنے کا عام حکم اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول اکرم صلعم کو تصویروں سے دلچسپی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ تمام تصاویر کو جوں کا توں چھوڑ دینے کا حکم دیتے۔ انبیاء و رسل کی لائف میں مستثنیات کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی خاص مصلحت کی بنا پر اس وقت اس تصویر کو برباد کرنے سے روکا ہو۔

اس کے بعد مسٹر ارنلڈ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں اور جانوروں کی ان تصویروں پر جو ان کے کمرے میں پردوں گدوں یا قالینوں پر کڑھی ہوئی تھیں اس وقت تک اعتراض نہیں کیا جب تک کہ وہ ان کی عبادت میں باعثِ خلل نہیں ہوئیں اور جب تک وہ اپنی اپنی موزوں جگہ رکھی رہیں۔ مثلاً قالینیں اس طرح فرش پر بچھی رہتیں کہ تصویریں پاؤں سے روندی جائیں۔ یا گدے اس طرح پڑے رہتے کہ ان پر انسان بیٹھتے۔" ۵۲

---

۵۱ پینٹنگ ان اسلام ص ۹ ۔ ۵۲ ایضاً ص ۱۱

اور اس کے بعد اس حدیث کو پیش کیا ہے جس میں حضرت عائشہؓ اور کمرے کے پردے کے متعلق ذکر ہے اور جو اوپر لکھی جا چکی ہے۔ مسٹر ارنلڈ لکھتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پردے کو اتار کر اس کے غلاف تکیہ بنا ڈالے تو آپ بالکل مطمئن ہو گئے۔ مسٹر ارنلڈ نے اس واقعہ سے استنباط کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار کراہیت وغصہ بت پرستی اور شرک کے خطرۂ عظیم کو دفع کرنا تھا[1]۔ ہم مسٹر ارنلڈ کے اس خیال سے بالکل متفق ہیں اور آگے مجسموں اور تصویروں کے تحت بالتفصیل یہ بتائیں گے کہ دنیا میں تصویروں کے ذریعہ بت پرستی کیسے پھیلی اور خود مسیحیت نے تصویروں کے اس فتنہ کا خاتمہ کرنے کے لئے کیسی شدت کے ساتھ اس کے خلاف جہاد کیا۔ رہا یہ سوال کہ گدوں اور قالینوں کی تصویروں کی حرمت کیوں نہیں ہے تو ہم اس سلسلہ میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتیِ دار العلوم دیوبند کی اس تشریح کو نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں جو مولانا موصوف نے "بہت چھوٹی تصویروں اور پامال اور ممتہن تصویروں کے تحت اپنے رسالہ "التصویر"[2] میں درج کی ہے۔ مولانا احادیثِ رخصت کے زیرِ عنوان جن سے خاص خاص قسم کی تصاویر کے استعمال کی اجازت معلوم ہوتی ہے لکھتے ہیں کہ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں صحابہؓ کھڑی ہوئی تصویروں کو ناجائز سمجھتے تھے اور پامال میں کوئی مضائقہ نہیں جانتے تھے۔ (فتح الباری بحوالہ ابن ابی شیبہ) یہی مضمون حضرت ابن سیرینؒ اور سالم بن عبد اللہ سے بھی اور عروہ سے بھی بحوالہ ابن ابی شیبہ فتح الباری میں مذکور ہے۔ طبقات ابن سعد جزء تابعین ص ۱۳۶ میں ہے کہ حضرت عروہؒ کے بٹن میں آدمیوں کے چہروں کی تصویریں بنی تھیں اور اسد الغابہ میں حضرت انس بن مالکؓ کے حالات میں ہے کہ ان کی انگوٹھی کے نگینہ پر ایک شیر غراں کی تصویر بنی تھی۔

مذکور الصدر احادیث (یعنی وہ احادیث جو تصویروں کی حرمت ثابت کرتی ہیں) و آثار میں

---

[1] پینٹنگ ان اسلام [2] اس رسالہ میں مولانا موصوف نے قرآن حکیم اور احادیث کی رو سے تصویر اور فوٹو وغیرہ پر ایک ایک نہایت محققانہ پیرایہ میں بحث کی ہے۔ یہ نہایت پر از معلومات ہے اور اس مسئلہ پر نہایت مفصل چیز ہے۔

بظاہر تعارض ہو گیا کہ اول الذکر روایات سے عموماً تصویر کی ممانعت معلوم ہوتی ہے اور ثانی الذکر سے اجازت و رخصت سمجھی جاتی ہے۔ اس تعارض کو رفع کرنے کے لئے محدثین کی ایک جماعت نے یہ صورت اختیار فرمائی کہ احادیث رخصت وجواز کو منسوخ اور احادیث حرمت کو ناسخ قرار دیا جیسا کہ حافظ ابوبکر حازمی نے اسی صورت کو اختیار فرمایا ہے اور محققین، محدثین و فقہا سب اسی طرف گئے ہیں کہ ناسخ و منسوخ قرار دینے کی حاجت نہیں بلکہ دونوں قسموں میں بآسانی تطبیق ہو سکتی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ احادیث حرمت اپنی جگہ پر صحیح ہیں اور جن احادیث سے رخصت مفہوم ہوتی ہے وہ عام نہیں بلکہ خاص خاص اقسامِ تصویر کے متعلق ہیں جو احادیثِ حرمت سے مستثنیٰ ہیں اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ احادیثِ مذکورہ سے (جن سے بعض تصاویر کی اجازت معلوم ہوتی ہے) تمام امت کے فقہا و محدثین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ تصویر کے مندرجہ ذیل اقسام کا استعمال جائز ہے۔

(۱) غیر ذی روح چیزوں کی تصاویر جیسے درختوں اور پھولوں کی تصاویر یا مکانات و عمارت کے نقشے

(۲) بچوں کی گڑیا جو عموماً مکمل تصاویر نہیں ہوتیں۔

(۳) جو تصاویر پامال و ممتہن فرش یا زمین وغیرہ پر ہوں۔

(۴) جن تصاویر کا سر کاٹ کر مٹا دیا جائے۔

(۵) بہت چھوٹی تصویریں جیسے بٹن یا انگشتری یا روپیہ پیسہ کی تصویر۔

اور چھوٹی تصویر کا معیار علامہ شامی و طحاوی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اگر تصویر زمین پر رکھی ہو اور آدمی متوسط البصر کھڑا ہو تو تصویر کے تمام اعضاء کی پوری تفصیل و تشریح نظر نہ آئے ایسی تصویر کا گھر میں رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے اگرچہ بنانا اس کا بھی ناجائز ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:۔

اشد الناس عذابا یوم یعنی کہ سخت ترین عذاب قیامت کے دن ان لوگوں

القیامۃ الذین یضاھون بخلق اللہ۔ ؎۱ کو ہوگا جو خداوند عالم کے فعل خلق کی مشابہت کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن حکیم اور مصوری | مسٹر آرنلڈ لکھتے ہیں کہ "قرآن حکیم کی رو سے تصویر کشی حرام ہے لیکن کلام پاک میں کوئی ایسی آیت موجود نہیں جو وضاحت کے ساتھ تصویر کشی کو حرام قرار دیتی ہو۔ صرف سورۃ المائدہ میں ایک آیت ہے جس کو مخالفینِ تصویر اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں یعنی

یاایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب گندے کام ہیں شیطان کے سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔

یہی وہ آیت ہے جس کو بعض فقہائے اسلام نے بعد کے قرنوں میں تصویر کی حرمت کے سلسلے میں پیش کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ (ان کی نظر میں) مصوری سے ممانعت کا مقصد بت پرستی سے احتراز تھا ؎۲

مسٹر آرنلڈ نے تصویر کی تائید میں پہلے یہ دلیل پیش کی کہ قرآن شریف میں کسی آیت سے واضح طور پر تصویر کی حرمت ثابت نہیں ہوتی اور دوسرے یہ کہ اگر اسلام میں اس کی ممانعت کا حکم دیا گیا تو صرف بت پرستی کے فتنہ کو روکنے کے لئے۔ غالباً اس سے ان کا مطلب یہ ہے کہ تصویر کشی سے شرک اور بت پرستی پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں۔ لیکن مسٹر آرنلڈ کو اس سے کسی حالت میں انکار نہیں ہوسکتا کہ کلام پاک میں بتوں، مجسموں اور مورتوں کے خلاف تو قطعی حکم آیا ہے۔ سورۂ عنکبوت ؎۳ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

انما تعبدون من دون اللہ اوثانا وتخلقون افکا۔ تم تو پوجتے ہو اللہ کے سوائے بس بتوں کے تھان اور بناتے ہو جھوٹی باتیں۔

؎۱ رسالہ التصویر ص ۴۸۔ ؎۲ پینٹنگ ان اسلام ؎۳ سورہ عنکبوت آیت ۱۷

یا اسی سورۃ میں اس کے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وقال انما اتخذتم من دون اللہ اوثانا ۔ اور ابراہیم بولا جو ٹھیرائے ہیں تم نے اللہ کے سوا بتوں کے تھان۔

اب قبل اس کے کہ ہم قرآن شریف کی رو سے تصویر کے جواز یا عدم جواز پر بحث کریں پہلے ہم کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ تصویر (Painting) اور بت میں کیا فرق ہے؟ اور تصویر کشی کی ابتدا کیسے ہوئی؟ بتوں اور تصویروں کے ابتدائی مقاصد کیا تھے؟ اور تصویروں کے موجدوں نے یعنی دنیا کے قدیم باشندوں نے اسے کن کن مقاصد کے لئے استعمال کیا؟ تصویر کی تاریخ پر اگر ہم نگاہ ڈالیں تو یہ معلوم ہوگا کہ اس کا آغاز مذہبی عقیدت اور والہانہ محبت کی وجہ سے ہوا۔ لوگوں نے اپنے اپنے مقتدا اور دینی پیشواؤں کی تصویر صرف یادگار کے طور پر بنائی اور چند ہی قرنوں کے بعد اسی تصویر کی پرستش ہونے لگی مشہور ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے ایک حواری نے (اسی قسم کی غلطی کا ارتکاب کر کے) نادانستہ طور پر دنیا میں بت پرستی کی بدعت جاری کی۔ اس نے (جوش عقیدت میں) اپنے آقا کی چند تصویریں بنائیں تاکہ ان کی یاد کو ہمیشہ زندہ رکھ سکے۔ انہی تصاویر میں سے چند تصویریں طوفانِ نوح کے بعد بھی باقی رہیں اور لوگوں نے اس کی پرستش شروع کر دی۔ مسٹر ارنلڈ نے خود اس کا حوالہ اپنی کتاب میں دیا ہے۔

اسی طرح گوتم بدھ کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے مرنے کے تقریباً تین صدی بعد اس کے پیروؤں نے صرف یاد تازہ رکھنے کے لئے اس کی ایک شبیہ بنائی۔ کچھ عرصہ بعد لوگوں نے اس کی پرستش شروع کر دی۔ ونسنٹ اے اسمتھ آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا میں لکھتے ہیں کہ "گوتم بدھ کے قدیم پیروؤں نے جو اپنے مذہبی اصول پتھروں اور چٹانوں پر کندہ کرتے تھے کبھی اپنے متوفی آقا کی شبیہ بنانے کی جرأت نہیں کی۔ جب کبھی وہ کسی خاص موقع پر اس کی (روحانی) موجودگی ظاہر کرنا چاہتے تھے تو "خالی جگہ" یا قدم کے نشان یا کسی اور اشارے اور کنائے سے کام لیتے تھے۔ لیکن کوشان راجاؤں کے دور میں بدھ مت کے پیروؤں نے گوتم بدھ کی پچھلی زندگی اور آخری زمانہ کے تمام واقعات و واردات کی تصویر

ع کردی۔ اس کے بعد سے بدھ مذہب والوں کی فن سنگ تراشی میں گوتم بدھ کی مختلف ہیئت و
ورت ایک جزو لاینفک بن گئی۔ ظاہر ہے کہ یہ اثرات یونانیوں یا ایرانیوں کے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ
مردوں کے گروہ کا یہ خاموش معلم جس نے حقیقت (یعنی خدا) کو پاکر ایک بہت بڑی روحانی فتح
تھی رفتہ رفتہ لوگوں کے ہاتھوں الوہیت کے مقام پر پہنچا دیا گیا۔ دوسرے الفاظ میں ایک مرے ہوئے
تزام بتدریج ایک ابدی نجات دہندہ کی پرستش میں مبدل ہو گیا [۱]

تصویر شرک کے مبادی اور مقدمات میں سے ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا شفیع صاحب رسالہ التصویر
ہیں"۔ تاریخ عالم کا مشاہدہ گواہ ہے کہ دنیا میں شرک کی اصل تصاویر سے پیدا ہوئی حضرت شیخ
ب شعرانی اپنی کتاب میزان میں تحریر فرماتے ہیں کہ دنیا میں بت پرستی کی اصل تصویر ہے۔ لوگوں
مقتداؤں کی تصاویر بنانی شروع کی پھر ان کی تعظیم میں غلو کرتے کرتے پرستش تک پہنچ گئے۔
زی وصل جو مشہور بت ہیں درحقیقت اپنی قوم کے مقتدا تھے۔ ان کے مرنے کے بعد معتقدین
یروں کے ذریعہ ان کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی کوشش کی اور پھر تعظیم میں تعدی کرتے کرتے عبادت
گئے اور ہم جانتے ہیں کہ خطرناک امور کے مبادی بھی خطرناک ہوتے ہیں وہ بھی مستقل جرم کا حکم
ں۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں تھی کہ تصویر کو جائز رکھا جاتا" [۲]

بعض اصحاب یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مجسموں اور تصویروں میں فرق ہے۔ مجسموں کی پرستش ہوتی
صویروں کی پرستش نہیں ہوتی۔ تو ہم یہ عرض کریں گے کہ فنی اعتبار سے ان دونوں میں کچھ بھی فرق کیوں
ں دونوں کا مقصد اور دونوں کا اثر اذہان و تخیلات پر ایکساں ہی پڑتا ہے اور پرستش و عقیدت کا
بتأ تصورات کی دنیا سے ہے۔ فنی اعتبار سے بت اور تصویر (Painting) میں فرق صرف اسقدر
ت پتھر یا مٹی یا کسی اور ٹھوس چیز سے بنایا جاتا ہے اور اس میں جثہ اور حجم ہوتا ہے لیکن تصویر کاغذ

---

[۱] اوکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا از وی اے اسمتھ۔ جلد ۱ ۔ [۲] رسالہ التصویر ص ۳۱

یا دیوار یا کسی سطح شے پر بناتے ہیں اور اس میں جثہ یا حجم نہیں ہوتا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ بت یا مجسمہ میں ابعاد ثلاثہ (Dimensions) نہ ہونے کی وجہ سے انسانی شکل وصورت سے ذرا زیادہ مماثلت ہوتی ہے۔ لیکن انسانی قدوقامت کی اچھی روغنی تصاویر بھی بعض اوقات مجسموں کی طرح بالکل جیتی جاگتی (Lifelike) معلوم ہوتی ہیں۔ جہانتک تصویر اور مجسموں کے نظارہ سے جمالیاتی حظ وانبساط اٹھانے کا تعلق ہے دونوں یکساں طور پر موثر ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر آپ کسی بت پرست قوم کے آگے اس کے کسی مقدس دینی پیشوا کی تصویر یا مجسمہ رکھدیں تو یقیناً اس کے ذہن پر ایک قسم کے روحانی اور عقیدتمندانہ تاثرات پیدا ہوں گے یا اگر کسی نوجوان اور حساس دل رکھنے والے کے سامنے کسی حسین ومہ جبین اور معصوم دوشیزہ کی تصویر یا مجسمہ رکھدیا جائے تو اس شبیہ کے ناک ونقشہ اور اظہار وافشا (Expression) کے اعتبار سے لطیف وپاکیزہ جذبات میں ایک لہر پیدا ہوگی۔ اور اگر آپ اسی شخص کے آگے کوئی ایسی تصویر یا مجسمہ رکھدیں جو عریانی اور فحاشی کا مظاہرہ کرتی ہو تو لازماً اس کے دل میں شہوانی جذبات واحساسات کا تلاطم پیدا ہوگا۔ اور لطف یہ ہے کہ یورپ کے پاس اطالوی۔ یونانی اور جرمن آرٹ کا جتنا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے اس میں عریاں اور ننگی تصاویر ومجسمے شاہکار مانے جاتے ہیں۔

الغرض اول تو یہ کہ تصویر یا مجسمے دونوں میں سے کسی ایک کو دیکھکر آپ کے جذبات وتخیلات پر ایک بڑا گہرا اثر پڑتا ہے اور دوسرے کسی مجسمہ یا تصویر کو دیکھکر تھوڑی دیر کے لئے کم ازکم غیر شعوری طور پر آپ اس کو انسانی صفات سے متصف تصور کرنے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اسے سرے سے حرام قرار دیا ہے کیونکہ کسی غیر ذی روح شئے کو تھوڑی دیر کے لئے بھی ذی روح کی صفات کا حامل تصور کرنا شرک کی راہ میں پہلا قدم ہے۔ اب اگر آپ مجسمے اور تصویر کے فرق کو اور زیادہ واضح طور پر سمجھنا چاہیں تو اس کی مثال یوں لے لیجئے کہ ہندوؤں کے مندروں میں صرف مورت یا مجسمے رکھے جاتے ہیں جو اکثر مٹی یا پتھر کے ہوتے ہیں۔ لیکن کیا آپ انکار کرسکتے ہیں کہ ان کے

گھروں میں کالی، درگا یا کرشن یا اور دوسرے دیوتاؤں اور دیویوں کی کاغذی تصاویر نہایت اہتمام سے چوکھٹوں میں نصب کی ہوئی نہیں ہوتیں۔ اور ان کی پوجا اتنی ہی عقیدت اور والہانہ جوش سے نہیں ہوتی جتنی ایک مندر میں مورتی کی۔ دین مانی (Manichaeism.) میں تو صرف تصاویر کی پرستش ہوتی تھی۔ غرض تصویروں اور مجسموں دونوں سے یکساں طور پر بت پرستی کے خطرات کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے کیونکہ ان دونوں کی یکساں طور پر پرستش ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جب قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ اوثان واصنام کی پرستش سے منع کرتا ہے تو اس سے مراد تصاویر بھی ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ وہ انسانی تصویر جو پرستش کی غرض سے نہ بنائی جائے جائز ہے لیکن ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ مصور یا بت تراش کی قدرت واختیار میں ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی بنائی تصویروں اور مجسموں کی پرستش سے روک دے۔ اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کی امت میں سے ایک مصور نے اسی قسم کی غلطی کا ارتکاب کر کے نادانستہ طور پر دنیا میں بت پرستی پھیلائی۔ اور گوتم بدھ کے پیروؤں نے بھی ایسا ہی کیا۔ فتنہ کے اسی باب کو ہمیشہ کے لئے بند کرنے کی غرض سے یہودیت اور اسلام نے جو وحدانیت پر سختی سے جمے ہوئے ہیں اور بت پرستی کو قطعاً حرام سمجھتے ہیں مجسمہ سازی اور تصویر کشی کو ممنوع قرار دیا۔ کیونکہ اگر تصویر کشی کی اجازت کسی محدود شرط یا پابندی کے ساتھ دی جاتی تو شرک وبت پرستی کے امکانات اسی طرح باقی رہ جاتے۔ چنانچہ اسلام میں شراب بھی (اگرچہ اس میں خود کلام اللہ کے مطابق منافع بسیار ہیں) اسی وجہ سے قطعاً حرام کر دی گئی کہ اس سے پیدا ہونے والے بڑے بڑے فتنوں اور خطرات کا دروازہ ہمیشہ کے لئے مسدود ہو جائے۔

کیا آج آپ کوئی ایسی قوم بتا سکتے ہیں جس کے مذہب میں تصویر کشی یعنی انسانی تصویر کا بنانا جائز ہو

اور وہ بت پرستی کی لعنت میں گرفتار نہ ہو۔ مسٹر ارنلڈ کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہی وہ خطرہ تھا جس کی بنا پر خود ان کے مذہبی پیشواؤں نے چوتھی صدی عیسوی میں تصاویر کے خلاف ایک نہایت پر زور جہاد کا اعلان کیا تھا۔ اور تصویر شکنی کو ایک بہت بڑا ثواب سمجھا تھا۔

آج مسٹر آرنلڈ کے ہم مذہب سنگ تراشی اور تصویر کشی کو اپنا مذہب بنا چکے ہیں لیکن تاریخ گواہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تین سو سال بعد تک مسیحی پیشواؤں نے کلیسا اور معبدوں میں تصویر بنانے یا اس کو آویزاں کرانے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ اسی خیال کی سخت مذمت اور مخالفت کی۔ ۳۰۶ء میں سب سے پہلے ہسپانیہ کے عیسائیوں نے مصوری کو مذہبی مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہا۔ چنانچہ اسی بنا پر الویرا (ELvira.) کی مجلس کلیسا کو یہ فتویٰ صادر کرنا پڑا کہ تصاویر (Painting.) کلیساؤں میں ہرگز نہ رکھی جائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جس کی ہم پرستش اور عبادت کرتے ہیں کلیساؤں اور معبدوں کی دیواروں پر منقوش ہو کر رہ جائیں [۱]

آپ نے غور کیا کہ الویرا کی اس کلیسائی مجلس کو بت پرستی کے خطرہ کا پورا احساس ہے اور وہ اس لئے اس فتنۂ عظیم کا سدباب کرنا چاہتی ہے لیکن فتنہ کو جڑ سے ختم کر دینے کے بجائے صرف کلیسا اور معبد میں اس کو ممنوع قرار دیتی ہے لیکن اگر مسیحیت میں بھی اسلامی نقطۂ نگاہ کے مطابق انسانی تصویر کشی سرے سے ناجائز قرار پاتی تو آج کلیساؤں میں حضرت مریمؑ، حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حواریوں کی تصویروں کے آگے مسیحی جھکتے نظر نہیں آتے۔ خطرہ کے اس باب کو "نیم باز" چھوڑ دینے کے جو نتائج پیدا ہوئے وہ آپ کے سامنے ہیں۔

مسیحیوں کا وہ راسخ الاعتقاد اور دور بیں طبقہ جو اس فتنہ کے آئندہ پیدا ہونے والے نتائج کا بخوبی اندازہ لگا چکا تھا کس زور و شور سے تصویر کی مخالفت کرتا رہا ہے اس کا ہلکا سا خاکہ اور

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا برٹینکا ج ۱۴ ص ۲۷۳۔

دیکھتے چلئے۔ پانچویں صدی میں کانسٹنٹائن (Constantine.) کی بہن کانسٹنیٹیا ۔ ۔ ۔
(Constantia) نے اسوبیس آف سیزریا (Esubias of Caesarea.) سے
حضرت عیسیٰؑ کی ایک تصویر کی فرمائش کی۔ اس پر اسوبیس جواب دیتا ہے کہ اس نجات دہندہ کی
تصویر خواہ انسانی یا روحانی کسی شکل میں ہو رکھنا جائز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں وہ یہ بھی کہتا ہے کہ بت پرستی
کی لعنت سے بچانے کے لئے اس نے اپنی ایک خاتون دوست سے سینٹ پال (St, Paul.)
اور حضرت عیسیٰؑ کی تصویر (Painting.) چھین لی تھی [۱]

اسی طرح اپی فینیس (Epiphanens.) جون (John.) کو (جو یروشلم کا
اسقف اعظم تھا) ایک مکتوب میں لکھتا ہے کہ اس نے بیتھل (Bethel.) کے قریب انیبلتھا
(Anablatha.) کے ایک کلیسا میں ایک پردہ پایا جس پر حضرت عیسیٰؑ یا کسی اور مذہبی پیشوا
(Saint) کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ پردے کو اس نے فوراً پھاڑ ڈالا اور حکم دیا کہ اسے کسی مفلس کی
تجہیز و تکفین میں استعمال کیا جائے۔ [۲]

اس واقعہ کو اسلامی تاریخ کے اس واقعہ سے ملائیے جہاں حضرت عائشہؓ نے رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر کراہیت و غصہ کے آثار دیکھ کر اس پردہ کو جس پر انسانی تصویر بنی ہوئی تھی چاک
کر ڈالا اور اس کا غلاف تکیہ بنا لیا۔

(باقی آئندہ)

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا ج ۱۴ ص ۲۱۴۔ [۲] ایضاً ج ۱۴ ص ۲۱۵۔